السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''جسے مسلمان اچھے سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی بُرا ہے۔'' کیا اس حدیث سے یہ ثابت بدعت حسنہ کا ثبوت نہیں ملتا؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

یہ حدیث مرفوع نہیں 'بلکہ موقوف ثابت ہے۔ دیکھیں (الضعیفہ۔533) یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے بدعت حسنہ کا استدلال کرتے ہیں اور اس کے حسنہ ہونے کی دلیل مسلمانوں کا اس کا اہتمام کرنا ہے اور جب یہ مسئلہ عام ہوا تو ان لوگوں کا عجلت میں اس حدیث سے استدلال کرنے سے یہ معاملہ مشہور ہوگیا، حالانکہ ان پر یہ مخفی رہا۔

(الف) یہ حدیث موقوف ہے۔ جسے قطعی نصوص "" کے مقابل دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔)

(ب) اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ اسے دلیل بنایا جاسکتا ہے۔ درج ذیل صورتوں میں یہ دیگر نصوص کے معارض نہیں رہے گی۔)

الاول: کسی معاملہ 'مسئلہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کا اجماع واتفاق اس سے مراد ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے انتخاب پر استدلال سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اس صورت میں "المسلمون" پر "اللام" استغراقی نہیں بلکہ الصید کا ہوگا۔

الثانی: اگر ہم (تھوڑی دیر کے لیے) یہ تسلیم کرلیں کہ "الف لام" استغراق کا ہے۔ تو بھی اس سے یہ مسلمانوں کا ہر فرد وہ ذرا سا علم نہ رکھنے والا جاہل ہو'قطعاً مراد نہیں۔

لامحالہ اس صورت میں "المسلمون" سے مراد "اہل العلم" ہی ہوں گے اور میرے خیال میں اسے ماننے بغیر کوئی چارہ کار اور جائے پناہ نہیں ہے۔

اہل العلم کون؟

تو اس صورت میں اہل علم کون ہوں گے؟ کیا اس میں وہ مقلد بھی شامل ہوں گے جنھوں نے اپنی ذات پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے کی راہ میں کی ہوئی ہے اور وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا؟

ہر گز اس سے یہ لوگ مراد نہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ "جامع بیان العلم" (2/37-36) میں فرماتے ہیں:

علم کی تعریف علماء کے نزدیک یہ ہے کہ جس چیز پر آپ کو یقین آجائے اور آپ اس میں فکر وتامل کریں اور جس کسی کو کسی بھی چیز کا یقین ہوگیا اور اس میں غور وفکر کرلیا تو اس نے اسے (اس کی حقیقت کو) جان لیا (اور اس کے برعکس) جسے کسی چیز کا یقین نہ ہوا اور اسے تقلید کرتے ہوئے مان لیا (بغیر یقین' غور وفکر کے) تو اسے اس چیز کا علم حاصل نہ ہوا اور تقلید اکثر علماء کے نزدیک اتباع نہیں ہے۔ ''

اس لیے کہ اتباع یہ ہے کہ قائل کا آپ کے لیے اپنے قول کی صحت کو واضح کرنے کی تلاش وجستجو کرنا (اتباع ہے) اور تقلید یہ ہے کہ: آپ کوئی بات کرو' حالانکہ آپ کو اس کا علم ہو' نہ اس کے قول کی وجہ اور معنی (پتہ ہو)۔

"المقلد لا یسمی فقیھا"

''بے شک مقلد کو فقیہ نہیں کہا جاسکتا۔''

علامہ سندھی نے "ابن ماجہ 1/7" کے حاشیہ کے نقل کرکے اس کا اقرار کیا ہے اور اس بات کو کوئی ایک مقلدین نے بیان کیا ہے بلکہ بعض نے تو اس کی حقیقت مزید یہ کہہ کر واضح کردی کہ "مقلد جاہل ہوتا ہے۔

صاحب الہدایہ نے کہا:

"کسی کو اس وقت تک قاضی کا منصب نہ دیا جائے، جب تک وہ صاحب اجتہاد نہ ہو" ابن الہمام نے "فتح القدیر" (5/456) میں لکھا ہے:

"صحیح بات یہ ہے کہ اہلیت اجتہاد اولین شرط ہے۔ بہر حال جاہل کو یہ (منصب قضاء) سونپنا ہمارے ہاں صحیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (اس مسئلہ میں) ہمارے خلاف ہیں۔"

قلت: غور کریں کہ کیسے ابن الہمام نے مقلد قاضی کو جاہل قرار دیا۔ جب باعتراف خود علم میں ان کی حالت اور مقام یہ ہے۔۔۔ الغرض کہ اس سے مقلدین مراد نہیں۔

خلاصہ کلام:۔

یہ کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوف ہے اور بدعتیوں کے لیے اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے جبکہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین میں سے بدعت اور اس کی پیروی کے سخت مخالف تھے۔ اس بارہ میں ان افعال وواقعات "سنن الدارمی" اور "حلیۃ الاولیاء" وغیرھا کتب میں مشہور ومعروف ہیں۔ یہاں صرف ایک قول پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

"اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم عليكم بالأمر العتيق"

"اتباع کرو اور نئے نئے کام اختیار نہ کرو کہ تم (قرآن وسنت کے ساتھ) کفایت کیے گئے ہو اور پرانے معاملے (یعنی کتاب وسنت) کو لازم پکڑو۔"

اس کی تخریج میرے رسالے (الرد علی التعقیب الحثیث) میں ملاحظہ ہو۔

(اے مسلمانو! سنت کو لازم پکڑو، تم ہدایت وفلاح پا جاؤ گے۔ (نظم الفرائد 1/210۔ 207

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ البانیہ

سنن اور بدعات کا بیان صفحہ: 242

محدث فتویٰ